Presented By: https://jafrilibrary.com

سفرنامہ

کیوبا

فیض احمد فیض

نیشنل پبلشنگ ہاؤس پاکستان

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

سفرنامہ

کیوبا

(فیض احمد فیض)

نیشنل پبلشنگ ہاؤس

لاہور — راولپنڈی — اسلام آباد — مری

Presented By: https://jafrilibrary.com

"کیوباسی یانکی تو (کیوباہاں۔امریکی نہیں) یہ نعرہ ایجاد ہونے سے پہلے کیوبا کے بارے میں ہم لوگ صرف اتنا جانتے تھے کہ وہاں بڑھیا سگار بنتے ہیں اور بہت سی شکر پیدا ہوتی ہے۔ پھر یکایک، دنیا بھر کے اخباروں میں کیوبا کی سرخیاں جمنے لگیں اور وہاں کے لیڈروں کی مجلس احرار فیشن ڈاڑھیاں دکھائی دینے لگیں، اس کے بعد اکتوبر ۱۹۶۵ء ایک صبح یہ کھلا کہ اس دُور دراز غیر معروف جزیرے میں ایک سیاسی انقلاب کے باعث روس اور امریکہ اور ہم اور آپ سبھی ہست و نیست کی دہلیز پر کھڑے ہیں۔ جب سے مجھے تجسّس تھا۔ غالباً آپ کو بھی ہوگا کہ یہ کیوبا اور اس کا انقلاب کیا ہے اور کیوں ہے۔ اور ان سرخیوں اور ڈاڑھیوں اور ہنگامہ ہائے شادی و واویلا کے پس منظر میں کس نوع کی مخلوق رہتی ہے۔ کیا سوچتی ہے اور کیا کرتی ہے؟ گزشتہ ماہ کیوبائی انقلاب کی چوتھی سالگرہ کی تقریب پر مجھے اس مخلوق سے تعارف کا اتفاق ہوا۔

لطیفہ مشہور ہے کہ کسی صاحب بہادر نے چڑیا گھر میں کوئی اوٹ پٹانگ افریقی جانور دیکھا نہ جانے زراف تھا یا زیبرا اور کہنے لگے۔ ہٹاؤ جی ایسی کوئی چیز نہیں ہے۔ نئے کیوبا کو دیکھ کر سب سے پہلے کچھ اسی نوع کا تاثر پیدا ہوتا ہے۔ سرمایہ دار ملک۔ اشتراکی ملک، بادشاہتیں، آمرانہ حکومتیں ان سب کے بارے میں کوئی نہ کوئی تصور، کوئی نہ کوئی نقشہ ہم سب کے ذہن میں موجود ہے اور ایسے بہت سے ممالک ہم دیکھ بھی چکے ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

کیوبا کا رنگ ڈھنگ ان سب سے الگ ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے اس کے باوا آدم کا کوئی بدل ہمارے دور میں موجود نہیں، مثلاً پہلی بات تو یہ ہے کہ یہاں ہر کوئی گاتا ہے۔ ڈرائیور گاڑی چلاتے ہوئے گاتا ہے۔ بیرا کھانا لاتے ہوئے گاتا ہے۔ لفٹ بوائے لفٹ نیچے لاتے ہوئے گاتا ہے۔ لڑکی سودا بیچتے ہوئے گاتی ہے۔ سپاہی پہرہ دیتے ہوئے گاتا ہے۔ لڑائی میں تو دیکھا نہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ مشین گن چلاتے ہوئے بھی ضرور تانیں اڑاتے ہوں گے۔ لیکن اس رنگیلے پن پر بھی آپ نہ جائیے کہ یہاں ہر شے مجموعہ اضداد ہے۔ محفل شرب و نوش کے بیچ کسی کونے سے صدا بلند ہوتی ہے "کیوبا" اور یکایک سب چہرے متغیر ہو جاتے ہیں۔ فضا میں بجلیاں سی کوندنے لگتی ہیں اور یہ محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ہر طرف سن سن گولیاں چلنے لگیں یا یہ سب لوگ حال کھیلنے لگیں گے۔ اور پھر ایسے ہی اچانک کوئی سانولی مطربہ نہایت دردناک آواز میں کوئی پرانے عوامی گیت آغاز کرتی ہے۔ "مجھے پیار کی تلاش ہے اور کوئی میری دلجوئی کو تیار نہیں"۔

تم نے کل کا وعدہ کیا تھا اور انتظار میں میری نصف عمر گزر گئی ہے۔

تم چاہے کیسا گہرا نقاب پہن کر آؤ میں تمہارے گیسوؤں کی رنگت سے تمہیں پہچان لوں گا۔

اس پر "مکرر" اور "واہ واہ" کا شور بلند ہوتا ہے اور دوبارہ ساغر

Presented By: https://jafrilibrary.com

کھنکنے لگتے ہیں۔ یہاں گھڑی گھڑی اور قدم قدم پر ایسے ہی عجوبے ملتے ہیں، اگر ابھی ابھی کوئی شوخ و شنگ حسینہ کوتہ قبائی اور تنگ پیرھنی میں امریکن فلموں کو مات کرتی ہوئی آپ کے سامنے سے گزری ہے تو شام کو وہی لڑکی فوجی وردی پہنے برین گن سنبھالے ہوٹل کے دروازے پر پہرہ دے رہی ہوگی۔ دوپہر کی سب سے اہم تقریب فوجی پریڈ ہے تو سہ پہر کی مقابلۂ حسن۔ یہاں ہر پچاس قدم پر رقص گاہ یا شبینہ کلب ہے تو سو گز پر کسی انقلابی شہید کی یادگار، کتاب کی دوکان میں کارل مارکس کے ساتھ ایک طرف کام شاستر رکھا ہے تو دوسری طرف فیدل کاسترو کی تصویر اور اس سے آگے انجیل کی دعائیں۔ ایک محلے میں تجریدی آرٹ کی نمائش لگی ہے اور دوسرے میں انقلابی اشتہاروں کی۔ یہاں کی فوج میں میجر سے اوپر کوئی عہدہ نہیں ہے۔ یہاں کی حکومت کا کوئی محکمۂ اطلاعات نہیں ہے۔ یہاں امریکی سیاست کی بات پر ہر آنکھ سے شعلے نکلنے لگتے ہیں اور امریکی سگرٹ کے ذکر پر ہر دل سے آہیں، یہاں آپ ٹیکسی کی سواری چاہیں تو کیڈیلیک۔ ڈاج اور لنکن سے کم درجے کی گاڑی مشکل سے ملے گی اور ریل کی سواری چاہیں تو بیشتر مال گاڑی میں سوار ہونا پڑے گا، یہاں ادھر فلک بوس مکلّف محلات ہیں اور اُدھر خاک بسر بوسیدہ جھونپڑیاں اور دونوں محلّوں میں ایک ہی طبقے کے لوگ مقیم ہیں، یعنی مزدور اور کاریگر، آج سے چند ہفتے پہلے اس شاداب سرزمیں پر موت کے سائے منڈلا رہے تھے، اور یہ خطرہ ابھی کسی طور ٹلا نہیں ہے۔ یہاں ہر کوئی اس خطرے سے پوری

Presented By: https://jafrilibrary.com

طرح آگاہ ہے اور کلی طرح بے پرواہ، یہ لوگ یکساں خوش طبعی سے ساغر اچھالنے کو بھی تیار ہیں اور سر اچھالنے کو بھی، یہاں ہر مکان ہر دوکان اور ہر زبان پر دو نعرے دکھائی یا سنائی دیتے ہیں۔

"وطن یا کفن"

اور

"ہم ظفر مند ہو کر رہیں گے"

یہ سب کچھ شاعری نہیں ہے۔ کیوبا کی تاریخ کا جزو ہے۔

تاریخی پس منظر

۱۴۹۲ء میں کولمبس نے اس سرزمین پر قدم رکھا اور اسے جزیرے کے بجائے پورا برِ صغیر سمجھ کر اپنے شہنشاہ کو ایک نئی طویل و عریض مملکت کی خوشخبری دینے لوٹ گیا۔ چند برس کے بعد ہسپانیہ کی مسیحی فوج کیوبا میں اتری اور اگلے سو برس میں یہاں کے کوتاہ پیشانیوں اور سپاٹ سروں والے پسماندہ بھولے بھالے باشندوں کو ثوابِ داریں کی خاطر چن چن کر ٹھکانے لگا دیا، پھر یہ مہذب اور دیندار افرنگی افریقہ سے بے شمار نیگرو غلام پکڑ کر لائے اور ان کا خون پسینہ ایک کر کے جنگل کٹوائے۔ زمینیں کاشت کیں اور شہر آباد کئے۔ بہت سے آقاؤں نے غلاموں کی عورتیں بھی گھر میں ڈال لیں۔ اس اختلاط سے کیوبن قوم پیدا ہوئی لیکن کوئی ساڑھے تین سو برس تک ان پر راج

Presented By: https://jafrilibrary.com

کرنے کے لئے گورنر اور افسر بدستور ہسپانیہ سے آتے رہے، ۱۸۶۵ء میں ان غلاموں نے علم بغاوت بلند کیا اور ۱۸۹۵ء میں تیس برس کی طویل اور خونریز جدوجہد کے بعد امریکی فوجیں باغیوں کی کمک کو پہنچیں اور کیوبا میں ہسپانوی اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہوا کہ پنجابی محاورے میں کیوبا کی امریکی ہمسائی آگ لینے آئی اور گھر والی بن کر بیٹھ گئی۔ دراصل امریکی حکمران اس سے تقریباً نصف صدی پہلے کیوبا پر اپنی ہوس تسلط کا اعلان کر چکے تھے۔ یہ ۱۸۴۸ء کی بات ہے جب امریکہ نے دس کروڑ ڈالر کے عوض یہ جزیرہ ہسپانیہ سے خریدنے کی کوشش کی اور ہسپانیہ کے انکار پر امریکی ارباب سیاست نے ایک بیان مشتہر کیا جو [illegible] کے نام سے معروف ہے۔ اس بیان میں یہ کہا گیا جغرافیائی اعتبار سے کیوبا امریکی ریاستہائے متحدہ کا جزو ہے۔ اگر ریاستہائے متحدہ کو اس کی خرید سے باز رکھا گیا تو ہر دینی اور دنیوی قانون کی رو سے ہمیں حق پہنچتا ہے کہ ہم اسے بزورِ شمشیر فتح کر لیں۔" اسی "دینی اور دنیوی قانون" کے ماتحت ۱۸۹۹ء میں امریکی بحری فوجیں کیوبا میں داخل ہوئیں اور کیوبا کے دستور میں جبراً ایک نئی شق کا اضافہ کروایا جسے [illegible] کہتے ہیں۔ اس شق کا مفہوم یہ تھا کہ امنِ عامہ یا امریکی مفادات کے تحفّظ کے لئے امریکی حکومت جب چاہے کیوبا میں اپنی فوجیں اُتار سکتی ہے، اس اختیار کو سہولت سے برتنے کے لئے امریکہ نے کیوبا میں ایک مستقل فوجی اڈہ [illegible] قائم کرنے کا اجارہ بھی حاصل کر لیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

چنانچہ حصولِ آزادی کے بعد اہلِ کیوبا کو بار بار فوجی مداخلت کا سامنا کرنا پڑا۔ ۱۸۹۹ء میں پہلی بار امریکہ نے فوج کشی کی پھر ۱۹۰۹ء میں ۱۹۱۷ء میں ۱۹۲۰ء میں، غرض جب بھی طبع بار برہم ہوئی اہلِ کیوبا کو سر تسلیم خم کرنا پڑا اور ان ہزیمتوں کے داغ لوگوں کے دلوں پر اب تک نقش ہیں۔

بیرون در یہ صورت تھی اور درونِ خانہ یہ حال تھا کہ ہسپانوی گورنر رخصت ہوئے تو ان کے بجائے مقامی امرا کا خود ساختہ جرنیل اور نوسرباز سیاست دان ملک کی دولت اور سیاست دونوں پر قبضہ جما کر بیٹھ گیا۔ جس کے ہاتھ میں فوجی طاقت کی لاٹھی آگئی یا امریکیوں نے تھما دی۔ اسی نے دستور اور جمہور دونوں کو گائے بھینس کی طرح آگے لگا لیا اور من مانی کرتا رہا۔ سارجنٹ فلجینسیو بتستا کی فوجی امریت اس سلسلے کی آخری کڑی تھی۔ یوں تو یہ صاحب فوج کے بل پر ۱۹۳۴ء سے پس پردہ اپنا کہا مختلف حکومتوں سے منواتے آئے تھے۔ لیکن ۱۹۵۲ء میں انہوں نے آئینی صدر بننے کی ٹھانی اور انتخابات میں امیدواری کا اعلان کر دیا۔ دو اور امیدوار بھی میدان میں تھے، یکم جون کو صدر کا انتخاب طے تھا۔ مارچ کے پہلے ہفتے میں بعض مقامی اخبارات نے تینوں امیدواروں کے بارے میں رائے عامہ کے اندازے شائع کئے جن سے یہ پتہ چلا کہ بتستا کا نمبر سب سے آخر میں ہے۔ ۱۰ مارچ کو بتستا نے فوج کی مدد سے دستوری حکومت کا تختہ الٹ دیا اور جملہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے۔

فیدل کاسترو کی انقلابی حکومت کے بارے میں شاید کچھ اختلاف

Presented By: https://jafrilibrary.com

رائے کی گنجائش ہو لیکن اس بارے میں کاسترو کے دوست دشمن سبھی متفق ہیں کہ ظلم وستم بد دیانتی اور بد قماشی میں بتستا کی حکومت کا جواب کیوبا میں بھی پیدا نہیں ہوا تھا۔

انقلابی تحریک

بتستا کی آمریت قائم ہوئے چند ہفتے گزرے تھے کہ ایک پچیس سالہ وکیل ہاوانا کی عدالتِ عالیہ میں پیش ہوا اور یہ درخواست گزاری کہ بتستا اور اس کے حواری ملکی قانون کی چھ دفعات کے تحت مجرم اور سزاوار ہیں اس لئے ان سے جواب طلبی کی جائے اور اگر الزامات درست ہوں تو انہیں حسبِ قانون ایک سو آٹھ برس قید کی سزا دی جائے۔

اس نے کہا "میری عقل کہتی ہے کہ اگر کیوبا میں ابھی تک عدالت برقرار ہے تو بتستا کو اس کے جرائم کی سزا ملنی چاہیئے۔ اگر اُسے سزا نہیں دی جاتی اور اسے کھلی چھٹی ہے کہ وہ بدستور حاکم ریاست، صدر مملکت، وزیر اعظم، میجر جنرل، عدلیہ اور انتظامیہ کا سربراہ ہماری جانوں اور زمینوں کا مالک و مختار بنا رہے تو پھر اس ملک میں کوئی عدالت نہیں ہے۔ سب عدالتیں برخاست ہو چکی ہیں۔ اگر یوں ہے تو آپ جلد از جلد اس کا اقرار کیجئے۔ اپنے قانونی لبادے اتار دیجئے

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور اپنے عہدوں سے مستعفی ہو جائیے۔"

یہ نوجوان وکیل فیدل کاسترو تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کی درخواست فوراً مسترد کر دی گئی لیکن یہ سر پھرا شخص جان کی خیر منانے کے بجائے شنوائی کے اور وسائل ڈھونڈنے میں جٹ گیا۔ قومی اور سیاسی تحریکوں میں ہاوانا کے طلباء ہمیشہ سے پیش پیش رہے ہیں۔ ۱۸۷۰ء میں کیوبا کی پہلی تحریکِ آزادی کے دوران سات طبی طلباء کو ہسپانوی حکمرانوں نے سر بازار گولی سے اڑا دیا تھا اور ۱۹۳۴ء کے بعد "ہاوانا یونیورسٹی کی سیڑھیاں بارہا طلباء کے خون سے لالہ زار ہوتی رہیں، انہیں طلباء میں سے کاسترو نے رضاکار بھرتی کئے اور سال بھر کی خفیہ تیاری کے بعد ۲۶ جولائی ۱۹۵۳ء کی صبح کو کیوبا کے دوسرے سب سے بڑے شہر سنتیاگو دی کیوبا کی فوجی بارک مانسادو پر ہلہ بول دیا۔ یوں کیوبا کے موجودہ انقلاب کی ابتدا ہوئی۔ کاسترو کے ساتھ صرف ۱۴۵ نوجوان تھے اور دو لڑکیاں۔ ان کے پاس صرف ایک مشین گن تھی اور چند پرانی رائفلیں۔ ان کی عمریں ۱۸ برس سے چھبیس برس تک تھیں اور ان میں سے بیشتر کو شہر کے راستے بھی نہیں معلوم تھے۔ مانسادو بارک میں ایک ہزار سے اوپر مسلح فوج تھی۔ پہلے ریلے میں کاسترو کے ہراول دستے نے بارک کی بیرونی چوکیوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن دوسرا دستہ شہر کی گلیوں میں راستہ بھول گیا۔ ان کی ایک گشتی فوجی رسالے سے مڈبھیڑ ہو گئی اور تھوڑی دیر میں اس عجیب و غریب معرکے کا فیصلہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہوگیا۔ کاسترو کے کچھ ساتھی لڑائی میں کام آئے۔ بہت سے پکڑے گئے جنہیں بتستا کے سپاہیوں نے طرح طرح کے عذاب دے کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ عوام کو سبق سکھانے کے لئے شہر میں قتلِ عام کا حکم ہوا۔ اور بیسیوں بچے، بوڑھے، عورتیں، مرد گولی سے اڑا دیئے گئے۔ آخر سنتیاگو دی کیوبا کے لاٹ پادری کی سفارش پر روپوش باغیوں کی جان بخشی کی گئی اور یوں فیدل کاسترو اور اس کے بچے کھچے ساتھ ملک الموت کے بجائے عدالت کے حضور پیش ہوئے۔ اس عدالت میں فیدل نے وہ طویل اور ہنگامہ خیز بیان دیا جو "تاریخ میری شاہد ہوگی" کے عنوان سے مشہور ہے۔ اس بیان میں کاسترو نے بغاوت کے اسباب و عوامل بیان کئے۔ بتستا کے مظالم اور جرائم گنوائے۔ عوام کی ناگفتہ بہ غربت اور بے سروسامانی اور ملکی صنعت و زراعت کی پسماندگی پر روشنی ڈالی۔ پھر ۲۶ جولائی کے معرکے کی تفصیلات بیان کیں اور ان مظالم کا ذکر کیا جو اس کے ساتھیوں پر ڈھائے گئے تھے۔ "ایک سارجنٹ اور کچھ سپاہی ہماری بہادر ساتھی ہیدی سانت میریا کی جیل کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ سارجنٹ کی مٹھی میں ایک انسانی آنکھ تھی جس سے خون رس رہا تھا "دیکھو یہ تمہارے بھائی کی آنکھ ہے، اس نے کہا وہ ابھی تک اس بیان سے انکاری ہے، اگر تم سب کچھ قبول جاؤ تو ہم اسے چھوڑ دیں گے۔ ورنہ ابھی ابھی تمہارے سامنے اس کی دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جائے گی۔ ہیدی نے جواب دیا اگر اس نے تمہیں اپنی آنکھ دے دی اور زبان نہیں کھولی

Presented By: https://afrilibrary.com

تو میں تم سے کیوں کلام کروں گی۔" یوں ان فسطائیوں نے میرے ساتھیوں کی آنکھیں نوچ ڈالیں۔ ان کے اعزائے مردمی کاٹ دیئے لیکن کسی نے ان سے رحم کی درخواست نہیں کی۔ وہ اب بھی ان نامردوں سے ہزار گنا زیادہ مرد ہیں۔"

اور پھر ججوں کو مخاطب کر کے کہا۔

"یاد رکھیئے آج صرف ایک ملزم آپ کے سامنے فیصلے کے لئے پیش ہے لیکن آپ کی بار بار پیشی ہو گی اور آپ کے بارے میں بار بار فیصلے صادر ہوں گے۔ ہر بار جب لوگ آج کا دن یاد کریں گے۔ آپ کی پیشی ہو گی، آج جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ ہزار بار دھرایا جائے گا۔ اس لئے نہیں کہ یہ میرے الفاظ ہیں بلکہ اس لئے کہ انصاف ازلی اور ابدی چیز ہے۔ عوام انصاف کا وہ بنیادی شعور رکھتے ہیں جسے قانونی موشگافیوں سے سروکار نہیں۔ کیوبائی عوام کے تصوّر میں انصاف ایک پاک دوشیزہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں ترازو ہے، دوسرے میں تلوار، اگر وہ ایک گروہ سے خالف ہو کر ترازو پھینک دے اور دوسرے گروہ پہ بے دھڑک تلوار چلانے لگے تو پھر عوام کی نظر میں وہ انصاف کی دیوی نہیں ہے، بازاری رنڈی ہے۔" اس کے بعد کاسترو نے چینی، ہندوستانی، یونانی، رومن، انگلستانی اور فرانسیسی حکماء کے حوالے پیش کئے جن میں جابر، ظالم اور غیر جمہوری حکمرانوں کے خلاف بغاوت نہ صرف جائز بلکہ واجب تسلیم کی گئی ہے اور آخر میں کہا "مجھے معلوم ہے میرے لئے قید اتنی ہی اذیت دہ ہو گی جتنی میرے ساتھیوں کے لئے ہے،

Presented By: https://jafrilibrary.com

لیکن مجھے جیل کا خوف نہیں۔ مجھے اس کمینے جابر کے غضب کا بھی ڈر نہیں جس کے ہاتھوں میرے ستر ساتھی موت کی نیند سو چکے ہیں۔ مجھے شوق سے سزا دیجئے۔ تاریخ میری شاہد ہوگی۔"

فیدل کاسترو کو پندرہ سال قید کی سزا سنائی گئی۔ اس کے بھائی راول کو تیرہ سال اور ان کے باقی ساتھیوں کو پانچ سے دس سال تک، لیکن فیدل کاسترو کی تقریر اور اُن نوجوانوں کے شجاعانہ کارناموں کا ملک میں اتنا چرچا ہوا کہ دو برس کے بعد بتستا کو مجبوراً عام معافی کا اعلان کرنا پڑا۔ اور مئی ۱۹۵۵ء میں سب باغی رہا کر دیئے گئے۔ تین ماہ کے بعد یہ سب لوگ میکسیکو بھاگ گئے اور دوبارہ نبرد آزمائی کے منصوبے باندھنے لگے۔

"یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جائیں گے کیا"۔ انہیں جنگی تربیت کے لئے ہسپانیہ کے ایک آزمودہ فوجی افسر کرنل البایو کی خدمات بھی حاصل ہو گئیں جو فرانکو کی بغاوت کے دوران ہسپانوی جمہوری دستوں کی کمان کر چکے تھے۔ میں نے ہاوانا کے مضافات میں ایک بہت دلچسپ سیر پہران صاحب کے ساتھ گزاری ہے۔ لحیم شحیم جثہ، سرخ سفید رنگ، چکی داڑھی، عقابی آنکھیں۔ یوں لگتا ہے جیسے ابھی کسی مار دھاڑ والی فلم میں سے اٹھ کر چلے آ رہے ہیں۔ "دیکھو جب میں فیدل اور ان دوسرے بچوں سے ملا تو میرا دل بھر آیا۔ میں نے سوچا کہ ان نوجوانوں کے تو ابھی ہنسنے کھیلنے، دل لگانے اور گیت گانے کے دن ہیں۔ انہیں موت کے منہ میں آنے کی کیا پڑی ہے لیکن مجھے معلوم ہے کہ ضمیر اور فرض کا کہا ٹالنا بہت مشکل ہے۔ مجھے دیکھو

Presented By: https://jafrilibrary.com

اگر مجھے مذہب سے رغبت ہوتی تو میں ضرور بدھ مت اختیار کرتا۔ اس لئے کہ مجھے سب مخلوق اچھی لگتی ہے۔ مجھے سب انسان عزیز ہیں۔ لیکن میری تمام عمر ان سے لڑنے میں کٹ گئی ہے۔"

تو خیر سال بھر کرنل البایو سے گوریلا لڑائی کے داؤ پیچ سیکھ کر فیدل کاسترو بتستا کی تینس ہزار مسلح فوج سے ٹکر لینے ۲؍ دسمبر ۵۶ء کو پھر کیوبا کے ساحل پر آ اترا۔ اب کے اس کے ساتھ صرف اسی آدمی تھے۔ ان میں سے صرف بارہ زندہ بچے، اور جب یہ بارہ نڈھال اور بے سر و سامان لڑکے سیرا میسٹرا [illegible] پہاڑیوں کی چوٹیوں پر پہنچے تو فیدل کاسترو نے کہا۔ "بس اب ظلم کے دن تھوڑے ہیں ہم جیت کر رہیں گے۔" اس کا دماغ چل گیا ہے، اس کے ساتھی راڈ ریگز نے کہا لیکن آخر کاسترو کی بات پوری ہوئی۔ آہستہ آہستہ بیسیوں سینہ چاک پہاڑیوں میں ان سے آملے۔ جگہ جگہ خفیہ باغی دستے پیدا ہو گئے۔ دو برس تک معرکے ہوتے رہے اور آخر یکم جنوری ۵۹ء کو رات کے دو بجے صدر، وزیر اعظم سپہ سالار فلجینسیو بتستا اپنے ذاتی ہوائی جہاز میں رفو چکر ہو گئے۔ اگلے دن کیوبا میں کاسترو کی انقلابی حکومت قائم ہو گئی۔

انقلابی حکومت

یہ پوری داستان بیان کرنا اس لئے ضروری تھا کہ اس کے بغیر کیوبا

Presented By: https://jafrilibrary.com

کی انقلابی حکومت اور کیوبائی عوام کی موجودہ ذہنیت اور طریق کار ٹھیک سے سمجھ میں نہیں آ سکتے۔ اس داستان کے جملہ واقعات، بجائے خود اس قدر محیّر العقل ہیں کہ زیب داستان کے لئے کچھ بڑھانے کی ضرورت ہی نہیں۔ انقلاب کھاتے پیتے گھرانوں کے چند دانشور اور آشفتہ سر نوجوانوں نے برپا کیا جنہیں کوئی سیاسی اور انتظامی تجربہ نہیں تھا جو کسی سیاسی جماعت سے منسلک نہیں تھے جن کے پاس نہ سپہ تھی نہ سرمایہ جو یقین سے صرف اتنا جانتے تھے کہ سیاسی آزادی اور معاشی اصلاحات کے بغیر ان کے پسماندہ ملک کی نجات ممکن نہیں۔ جنہیں اپنی کامیابی پر محض اس لئے بھروسہ تھا کہ ذاتی شجاعت کے علاوہ بتستاکی آمریت سے رائے عامہ کا متنفر اور ملک کی بظاہر لاعلاج زبوں حالی، انقلابی اقدامات کے معاون اور مددگار تھے۔

جب ہم ہاوانا کے ہوائی اڈے پر اترے تو لاؤڈ سپیکر پر فیدل کاسترو کی ایک تقریر دہرائی جا رہی تھی۔ "یہاں وہ لوگ جمع ہیں جو بھوک، بے کاری اور جہالت کے عادی تھے، وہ لوگ جمع ہیں جو مستقل تذلیل اور بدسلوکی کے عادی تھے جنہوں نے افسروں کی گالیاں اور جھڑکیاں سہی ہیں۔ پولیس کا تشدد برداشت کیا ہے۔ سیاسی لیڈروں کے جھوٹ سنے ہیں۔ جوڑ توڑ کا تماشا کیا ہے۔ جوا ہوتے دیکھا ہے۔ عورتیں بکتی دیکھی ہیں۔ وہ لوگ جن کی زندگی میں کسی آس، کسی امنگ کو دخل نہیں تھا۔ ہاں یہاں وہ لوگ جمع ہیں جو کل تک یہی سمجھتے تھے کہ ان کی زندگی میں امید کی شعاع

Presented By: https://jafrilibrary.com

کبھی نہیں پھوٹے گی۔ نہ ان کے بچوں، بھائیوں، بیویوں اور ماں باپ کی زندگی میں، وہ لوگ جن کے علاقے میں نہ مدرسے تھے نہ ہسپتال تھے۔ نہ ڈاکٹر، جو یہ جانتے تھے کہ ہسپتال میں داخلے سے پہلے کسی بڑے آدمی کی سفارش ضروری ہے اور داخلے کے بعد ننگے فرش پر سوئے بغیر چارہ نہیں، جو یہ جانتے تھے کہ تعلیم اور دوا مزدوری اور مستقبل ان کے مقدور میں شامل نہیں۔ انقلاب کے بعد اور بھی بہت کچھ ہوا ہے۔ لیکن سب سے بڑی بات یہ ہوئی ہے کہ عوام کی تحقیر اور تذلیل کا دور ختم ہو چکا، ان کی مایوسی اور بے آبروئی کے دن بیت چکے ہیں۔

"ہم نے کبھی آپ سے جھوٹ نہیں بولا، کبھی آپ کو دھوکہ نہیں دیا، ہم نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ہم بہت بڑے مدبر اور منتظم ہیں۔ اس کے خلاف ہم نے آپ سے یہ کہا تھا کہ ہمیں حکومت کا کوئی تجربہ نہیں لیکن ہم سیکھنا چاہتے ہیں، ہم کچھ نہیں جانتے لیکن ہماری نیت صاف ہے۔ ہم صرف ایک قول دیتے ہیں کہ ہم آپ کے کام آئیں گے۔ آپ سے وفادار رہیں گے۔ آپ سے کبھی دغا نہیں کریں گے، یہ قول ہم نے نبھایا ہے اور نبھاتے رہیں گے۔"

فیدل کاسترو کی شکل و شباہت اور اندازِ خطابت سے سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ وہی قوی ہیکل دھرا جسم۔ بارعب طباقی چہرہ، بلند اور موثر آواز اور ہزاروں کے مجمع کو پہروں ہنسانے، رُلانے، بھڑکانے اور بہلانے پر قدرت، اس

Presented By: https://jafrilibrary.com

سحر بیانی کے علاوہ اس کے شجاعت کے بیسیوں قصّے زبان زدِ عام ہیں اور اس کی فراست اور علم و فضل کا لوہا اس کے مخالف بھی مانتے ہیں، جہاں تک میں معلوم کر سکا ہوں فیدل اور اس کے ساتھیوں کی مقبولیت کا بڑا راز یہ ہے کہ ان لوگوں میں اور ان کے عوام میں قطعی کوئی بُعد یا دوری نہیں ہے۔ گنے کی کاشت کے دن آتے ہیں تو یہ سب لوگ کسانوں کے ساتھ مل کر گنا کاٹتے ہیں۔ لڑائی کا وقت آتا ہے تو پہلی صف میں لڑتے ہیں، کسی قومی عمارت کی تعمیر شروع ہو تو ٹوکری اور کدال اٹھا لیتے ہیں اور یہاں کوئی شخص جناب عالی، جی حضور اور تو یا تم نہیں ہے۔ فیدل کاسترو کو سب لوگ فیدل پکارتے ہیں اور باقی ہر کوئی کمپیرو یا کمپیرا COMPANERO یا [illegible] یعنی ساتھی یا ساتھن ہے۔ فیدل کے عام جلسے میں مسلسل نوک جھونک چلتی رہتی ہے۔ "فیدل ٹوپی اتار دو گرمی بہت ہے"۔ "فیدل ٹوپی پہن لو دھوپ تیز ہو گئی ہے"۔ "فیدل کوٹ پہن لو بارش آ رہی ہے"۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے قائد اور رہنما سے نہیں کسی ضدی یا لاڈلے بچے سے خطاب کر رہے ہیں۔ میرے ڈرائیور "نیرا" کے الفاظ ہیں۔ "ہم سب لوگ فیدل پر حکم چلاتے رہتے ہیں۔ فیدل یوں نہ کرو۔ فیدل ووں نہ کرو لیکن ہم کرتے وہی ہیں جو فیدل کہتا ہے۔"

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ کیوبا میں فیدل یا فیدل کی حکومت کی مخالفت بکسر معدوم ہے۔ کم از کم دو چار بڑے شہروں میں ان کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

بہت سے مخالف اَب بھی موجود ہیں اور ان کی تلاش میں کہیں بہت دُور جانے کی بھی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن ان کا ذکر میں بعد میں کروں گا۔ اس سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیوبا کے ماضی و حال کے بارے میں فیدل کاسترو کا دعویٰ کہاں تک صحیح ہے۔

کہتے ہیں کہ ہر تصویر کے دو رخ ہوتے ہیں اور صرف ایک رخ کی بات کرنا جانبداری کی دلیل ہے، مشکل یہ ہے کہ اس کلیے کے بھی دو رخ ہیں۔ افکار اور آرا کے بارے میں یقیناً اختلاف کی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ سچ اور جھوٹ یا حقیقت اور عدمِ حقیقت کے دو رخ نہیں ہوتے ایک ہی رخ ہوتا ہے اور محض اپنی غیر جانبداری ثابت کرنے کے لئے واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنا صحیح نہیں۔

جدید کیوبا

یوں کیوبا میں ابھی تک تصویر کے دونوں رخ موجود ہیں۔ یہاں پر آپ کو ابھی تک کیڈیلک سوار لوگ بھی نظر آئیں گے، برہنہ پا بھی۔ دریدہ پیرہن بھی دکھائی دیں گے۔ اطلس قبا بھی، لیکن ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوگا کہ تصویر کے یہ دونوں رخ بہت سرعت سے مٹتے جا رہے ہیں اور ان کی بجائے ایک نئی تصویر تشکیل پا رہی ہے جس کے خدوخال بہت مختلف ہیں۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

انقلاب سے قبل کیوبا کے اقتصادی اور معاشرتی کوائف کے بارے میں اقوامِ متحدہ اور امریکی محققوں کے جمع کردہ اعداد و شمار موجود ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ انقلاب سے پہلے کیوبا کے کل رقبہ میں سے تقریباً دو تہائی زمین بے کاشت پڑی تھی اور اس میں بیشتر بڑے زمینداروں کے ڈھور چراتے جاتے تھے۔ آباد اراضی جن کا دو تہائی حصہ شکر کمپنیوں اور بڑے زمینداروں کی ملکیت تھا۔ پناڈی ریو نامی صوبے کی قریباً تمام زمین ایک سیاسی لیڈر کی ملکیت تھی۔

صرف تین امریکن کمپنیوں کے قبضہ میں چھ لاکھ ایکڑ زمین تھی۔

کیوبا کی ایک تہائی سے اوپر آبادی قطعی ناخواندہ تھی۔

دو تہائی بچوں کے لئے کوئی سکول نہیں تھا۔

ایک چوتھائی آبادی مستقل بے کار تھی۔ باقی تین چوتھائی میں سے بیشتر سال میں صرف تین چار مہینے روزی کما پاتے تھے۔ جب گنے کی فصل کٹتی تھی۔

کسانوں اور معمولی کاشت کاروں کے معیارِ زندگی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ سو میں سے اٹھانوے گھروں میں پانی کا نلکہ نہیں تھا۔ نوے گھروں میں بجلی نہیں تھی۔ ستر گھروں میں نہ غسل خانہ تھا نہ بیت الخلاء، ہاوانا اور دو چار بڑے شہروں کے امیر محلے نظر انداز کر دیجئے تو قریب قریب ہر آبادی لالو کھیت اور گولی مار کا نمونہ تھی۔

ہاوانہ شہر میں تین سو کے قریب لائسنس یافتہ قحبہ خانے تھے اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

جسم فروش عورتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی تھی۔

سات سو سے اوپر شراب خانے تھے جن میں گاہکوں کی تفریح کے لئے شراب کے علاوہ میزبان عورتیں HOSTESSES بھی مہیا تھیں۔

قمار خانے غالباً شمار سے باہر تھے کیونکہ ان کی تعداد کہیں درج نہیں۔

ملک کی صنعت اور زراعت دونوں کا دارومدار گنے کی فصل اور شکر کے کارخانوں پر تھا۔ ملک کی جملہ برآمدات کی مالیت کا تقریباً اسی فیصد حصہ شکر سے وصول ہوتا تھا۔

کیوبا کی بیشتر ریلیں، ٹیلیفون، لوہے، تانبے اور میگانیز کی کانیں، بڑی بڑی دوکانیں اور اسٹور، ہوانا کے بڑے ہوٹل اور شکر کے تقریباً نصف کارخانے امریکی کمپنیوں کی ملکیت تھے۔ زندگی کی روزمرہ ضروریات چاول، سبزی، گوشت، کپڑا، مٹھائی، ماچس، دوائی وغیرہ بیشتر امریکہ سے درآمد کی ہوئی اشیاء سے پوری ہوتی تھیں۔

یہ سب اعداد و شمار تو کتابوں میں درج ہیں ان پر مستزاد لوگوں کی روایت یہ ہے کہ بتستا کی حکومت میں اس کے رشتہ داروں اور حواریوں کے سوا کسی کے جان و مال کی ضمانت نہ تھی۔ قمار خانوں اور قحبہ خانوں کا شمار نہ تھا۔ غنڈوں اور نوسربازوں کی بن آئی تھی۔ رشوت اور چور بازاری کا بازار گرم تھا۔ سینکڑوں سرکاری ملازم ایسے تھے جو باقاعدہ تنخواہیں وصول کرتے لیکن دفتر کا منہ بھی نہ دیکھتے تھے ایسی ملازمت یعنی بوتلیا کہلاتی تھی اور اس کے حصول کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے پیسے دے کر کسی

Presented By: https://jafrilibrary.com

دفتر کے رجسٹر میں اپنا نام لکھوا لیا اور گھر بیٹھے تنخواہ وصول کرتے رہے تعلیمی اداروں میں خاص طور بیشتر مدرس بوتلیا پر ہی پل رہے تھے۔ ملک کے بڑے بڑے ہوٹل، کلبیں، ساحلی تفریح گاہیں، امریکی سیاحوں یا ملکی امرا کے لئے مخصوص تھیں۔ مثلاً ہاوانا کے جس ہوٹل میں میرا قیام تھا اس میں انقلاب سے پہلے کمرے کا شبینہ کرایہ چالیس ڈالر یعنی تقریباً دو سو روپے سے اوپر تھا۔ اچھے کلبوں اور قمار خانوں میں داخلے کی فیس پچاس روپے سے ڈیڑھ سو روپے تک تھی۔

کاسترو کے سیاسی مسلک اور اس کی خارجی حکمتِ عملی کے بارے میں شائد اختلاف رائے کی گنجائش ہو لیکن یہ واقعہ ہے کہ گزشتہ چار برس میں کیوبا کی معشت اور معاشرت کا مندرجہ بالا نظام یکسر نابود ہو چکا ہے۔

اس کی وجوہ یہ ہیں۔

انقلابی حکومت نے سب سے پہلے زرعی اصلاحات کا قانون نافذ کیا جو ایک لحاظ سے ہماری زرعی اصلاحات کے قانون سے بھی زیادہ نرم ہے۔ اس لئے کہ ذاتی ملکیت کی حد تقریباً ایک ہزار ایکڑ مقرر کی گئی جو کیوبا کی انتہائی زرخیز زمین کے پیش نظر ایک کنبے کے لئے بہت کافی سمجھنا چاہیئے اور ساتھ ایک رعایت یہ بھی رکھی گئی کہ اگر کوئی زمیندار اپنے علاقے کی اوسط شرح پیداوار سے زیادہ فصل پیدا کرے تو اس کی ملکیت کا رقبہ تین ہزار ایکڑ تک بڑھایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم سے فرق یہ ہے کہ اوّل تو جو کاشت کے علاوہ زرعی ملکیت سے استفادے کی اور جب صورتیں

Presented By: https://jafrilibrary.com

ممنوع ہیں۔ کوئی زمین بٹائی ٹھیکے یا پٹے پر نہیں اٹھائی جا سکتی۔ دوئم یہ کہ ضبط شدہ املاک میں سے ہر مزارع اور چھوٹے کاشت کار کو ساٹھ ایکڑ زمین کے مالکانہ حقوق بلا معاوضہ اور بلا قیمت عطا کئے گئے ہیں۔ سوئم یہ کہ کوئی غیر ملکی شخص، کمپنی، یا اشتراک، زرعی زمین کی ملکیت کا مجاز نہیں۔ میری اطلاع یہ تھی کہ گنے چنے چند اشخاص کے علاوہ کسی زمیندار نے ایک ہزار ایکڑ زمین اور حکومت کا مقررہ کردہ معاوضہ قبول نہیں کیا۔ امریکن کمپنیوں کی اراضی ویسے ہی ضبط قرار پا چکی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ سب کسانوں، مزارعوں اور کاشت کاروں میں تقسیم املاک کے بعد بے شمار اراضی حکومت کے تصرف میں ہے۔ جہاں کوآپریٹیو (شراکتیں) اور سرکاری فارم قائم ہو چکے ہیں۔ ان اصلاحات سے تین اہم نتائج برآمد ہوئے۔ اول یہ کہ اَب کسانوں، مزارعوں یا کاشت کاروں پر سرکاری مالیانے کے علاوہ بٹائی، ٹھیکہ اور واجبات کا بوجھ نہیں ہے اور وہ اپنے لئے بیج، آلات آبپاشی اور دیگر زرعی لوازمات سہولت سے فراہم کر سکتے ہیں۔ دوم یہ کہ محض شکر، تمباکو اور کافی کی کاشت کے بجائے اَب بہت سا رقبہ اور اجناس کے لئے وقف کر دیا گیا ہے تاکہ غذائی ضروریات ملکی پیداوار سے پوری ہو سکیں، چاول، مکئی، گندم، سلاد، سبزیاں اور پھل یعنی کیلہ، نارنگی، اناناس، آم، پپیتہ وغیرہ وسیع پیمانے پر کاشت کئے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ مرغی فارم ہیں، مویشی فارم ہیں، ڈیری فارم ہیں، تیسری بات یہ ہے کہ زمین کی تقسیم، فصلوں کے تنوع اور سرکاری فارموں

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے قیام سے دیہاتی علاقوں میں مستقل اور موسمی بے کاری کا وجود قریب قریب ناپید ہو چکا ہے۔

زرعی اصلاحات کے بعد اس نوع کی اصلاحات شہروں میں رائج ہوئیں، جائیداد کی حد، کرایوں کی شرح، کاروبار میں منافع کی شرح، مزدوروں کی اجرت اور اوقاتِ کار، اشیاء کی قیمتیں سب حکومت کی طرف سے مقرر ہیں۔ یہاں بھی یہ ہوا کہ بڑے بڑے ہوٹلوں، عمارتوں اور کارخانوں کے مالک کم منافع اور کم آمدنی پر قناعت کرنے کے بجائے، انقلاب اور کاسترو کو جلی کٹی سناتے ہوئے بھاگے اور جو نہیں بھاگے وہ ابھی تک جلی کٹی سنانے میں مصروف ہیں۔ ان کے محلات میں اب طلباء کے ہوسٹل ہیں۔ سرکاری دفاتر ہیں۔ مزدوروں اور ادیبوں اور دانشوروں کی رہائش گاہیں ہیں۔

جسم فروشی اور قمار بازی کے لئے سخت سزائیں نافذ کی گئیں اور بظاہر ان قبائح کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ بازاری عورتوں کی تعلیم و تربیت اور اخلاقی اصلاح کے لئے شہر سے دور بہت بڑے بڑے مراکز قائم ہیں ان کے متعلقین یعنی دلال، نشئی پیشہ ور غنڈے، بائنز کے جزیرے میں جبری مزدوری پر مامور ہیں۔ شہروں میں مفلوک الحال لوگوں کے ٹین اور ٹاٹ سے جوڑے ہوئے محلے، ساحل پر ماہی گیروں کی بانس کی جھونپڑیاں، دیہاتی علاقوں میں کسانوں کے لکڑی اور چھال کے گھروندے، تیزی سے گرتے جا رہے ہیں اور ان کے بجائے شہروں میں کئی منزلہ فلیٹ اور ساحلی اور

Presented By: https://jafrilibrary.com

دیہاتی علاقوں میں صاف ستھرے ایک منزلہ مکانات تعمیر ہو رہے ہیں۔ ان تعمیرات میں مزدور، کسان، فوجی سپاہی اور رضاکار سبھی طرح کے لوگ مصروف کار ہیں۔ کرایوں کی شرح عام طور سے تنخواہ یا آمدنی کا دس فیصد مقرر ہے۔ لیکن سو ڈالر یعنی قریباً ساڑھے پانچ سو روپے یا اس سے کم اُجرت پانے والوں کو کرایہ معاف ہے۔ کسانوں اور ماہی گیروں کے نئے تعمیر شدہ مکانات ان کی اپنی ملکیت ہیں۔ مزدوروں کی کم سے کم اُجرت ۳۷ سینٹ یعنی تقریباً دو روپے فی گھنٹہ مقرر ہے۔

متفرق کام کرنے والے لوگ ریڑھے والے، چھاپے والے، موچی، لوہار، بڑھئی، ٹیکسی ڈرائیور، جوتے پالش کرنے والے وغیرہ وغیرہ سب اپنی مخصوص شراکت یا سنڈیکیٹ کے رکن ہیں۔ ان کے لئے کام کی فراہمی، اوقاتِ کار اور اجرت کی شرح کے تقرر کے علاوہ ان کی رہائش، تفریح، تعلیم و بہبود کے انتظامات کی ذمہ داری سنڈیکیٹ کی انتظامیہ پر ہے۔

صنعتی میدان میں سب سے مقدم روزمرہ استعمال کی اشیاء کے کارخانے ہیں۔ یعنی پارچہ جات، چرم سازی، برتن، ماچس، کیل کانٹے، پیچ، ڈبریاں، عمارتی ضروریات وغیرہ وغیرہ۔

کاسترو کی حکومت نے غالباً سب سے زیادہ توجہ اور سب سے زیادہ سرمایہ عوام کو تعلیمی سہولتیں بہم پہنچانے پر صرف کیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ بات مجھے اچھی لگی کہ جہاں جہاں انقلابی تحریک میں لہو بہا

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہے وہاں مقبرے اور مینار کھڑے کرنے کے بجائے یادگار کے طور پر بچوں کے سکول قائم کئے گئے ہیں۔ مانسادو کی فوجی بارک اب بچوں کا سکول ہے۔ بے آف پگز کے ساحل پر ماہی گیروں کے بچوں کے لئے تربیت گاہ ہے اور سب سے عظیم الشان اسکول سیرامیسٹرا پہاڑیوں کے دامن میں آج کل زیرِ تعمیر ہے جس میں تکمیل کے بعد بیس ہزار بچے تعلیم پا سکیں گے۔ یہ سکول فوجی سپاہی اور فوجی رضاکار قومی یادگار کے طور پر خود بنا رہے ہیں، ہسپتال، سینما، کارخانے، بجلی گھر اور بہت سی اراضی اس درس گاہ سے متعلق ہیں۔ ابتدائی مدارس سے لے کر یونیورسٹی تک طلباء کے جملہ اخراجات فیسیں، رہائش، خوراک، وردی، کاغذ، قلم، دوات وغیرہ سب حکومت کے ذمے ہیں۔ اس کے علاوہ چھٹی جماعت کے بعد بالائی خرچ کے لئے بہت سے وظائف ہیں۔ یونیورسٹی کے طلباء بیس ڈالر سے لے کر ۲۷ ڈالر تک وظیفے پاتے ہیں۔

گزشتہ برس تعلیمِ بالغاں کی مہم انجام کو پہنچ چکی ہے۔ اس مہم میں ۳۵ ہزار پیشہ ور مدرسوں کے علاوہ ڈیڑھ لاکھ سے اوپر رضاکار معلموں نے حصّہ لیا۔ اور سرکاری اعداد و شمار کے مطابق اب کیوبا کی آبادی میں تین فیصد ضعیف اور معذور لوگوں کے علاوہ کوئی ناخواندہ نہیں ہے۔ دو چار ہفتے کے دورانِ قیام میں اعداد و شمار کی تصدیق تو ممکن نہیں لیکن اتنا جاننے کے لئے ایک سرسری نظر بھی کافی ہے کہ کیوبا میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک جدھر بھی نکل جائیے تعمیر و تاسیس

Presented By: https://jafrilibrary.com

کا سلسلہ جاری ہے، اسکول، کارخانے، ہسپتال، مکانات، تفریح گاہیں، مرغی خانے، مویشی خانے اور جانے کیا کچھ بن رہا ہے۔ ہر طرف گہما گہمی، بھاگ دوڑ بلکہ ایک حد تک افراتفری کا عالم ہے۔

تو کیا ان سب باتوں سے یہ سمجھ لیا جائے کہ کاسترو صاحب نے اپنے جزیرے کو واقعی جنتِ ارضی کا نمونہ بنا دیا ہے اور وہاں کے باشندوں کو اب کوئی دینوی مشکل یا الجھن درپیش نہیں؟ اور اگر یوں ہے تو کیوبا کی نئی حکومت سے کسی کو بھی مخالفت یا مخاصمت کیوں ہوگی۔ درحقیقت ایسا نہیں ہے اور کیوبا کی حکومت اور عوام دونوں بہت سے مصائب اور مسائل سے دوچار ہیں۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ یہ مصائب و مسائل انہی نو یافتہ نعمتوں کے پیدا کردہ ہیں۔ ان مسائل کی نوعیت کیا ہے۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ کاسترو کے انقلاب سے قبل قریباً نصف صدی تک کیوبا کی صنعت، زراعت، تجارت غرضیکہ جملہ کاروبارِ زندگی امریکی سرمائے سے وابستہ تھا۔ انقلاب کے بعد امریکہ نے یہ رشتہ منقطع کر لیا اور امریکہ اور کیوبا کے درمیان درآمد و برآمد جبراً بند کر دی، چنانچہ صورتِ حال یہ ہے کہ

اوّل کیوبا میں موٹریں، بسیں، ریلیں، ٹیلیفون، شکر اور دوسرے کارخانوں کی مشینیں، بجلی گھروں کے انجن، بحری کشتیوں کے انجن۔ ٹریکٹر وغیرہ وغیرہ جو بیشتر امریکی ساخت کے ہیں۔ کل پرزے نہ ملنے کی وجہ سے نزع کے عالم میں ہیں۔ کل پرزوں کے کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں اور یہ اشیا

Presented By: https://jafrilibrary.com

اشتراکی ملکوں سے درآمد کی جارہی ہیں۔ لیکن ان دونوں اقدامات کی تکمیل وقت طلب ہے۔ اور جب تک یہ تکمیل نہیں ہو پاتی بہت سی دقتیں ناگزیر ہیں۔

دوئم انقلاب سے پہلے کیوبا والے شکر اور سگار بیچتے تھے اور اس زرِ مبادلہ کے عوض کھانے پینے، پہننے، اوڑھنے اور رہنے سہنے کا بیشتر سامان امریکہ سے آتا تھا۔ چاول، گندم، مکھن، پنیر، منجمد گوشت، سبزیاں مٹھائی، بسکٹ، صابن، تیل، ماچس، کپڑا، جوتے، کیل، کانٹے غرضیکہ ہر چیز درآمد ہوتی تھی۔ اب کھانے پینے کی جملہ اجناس تو ملک میں پیدا ہونے لگی ہیں۔ لیکن رسل و رسائل کے ذرائع کافی نہیں ہیں۔ گودام اور سرد خانے نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر ایک علاقے میں ٹماٹر ہی ٹماٹر دکھائی دیں گے۔ اور پیاز ناپید تو دوسری جگہ پیاز ہی پیاز ہے اور ٹماٹر کا پتہ نہیں۔ اس طرح صابن تیل، بلیڈ، ماچس، سگریٹ، کپڑا، جوتے وغیرہ ملک میں بننے لگے ہیں۔ لیکن ان کی مقدار اور معیار دونوں ابھی تک تسلی بخش نہیں۔ یہ چیزیں اشتراکی ملکوں سے بھی درآمد ہوتی ہیں لیکن اول تو ان ممالک میں خود اس نوع کے ساز و سامان کی زیادہ افراط نہیں اور دوسرے فاصلوں کی طوالت اور جہازوں کی قلت کی وجہ سے ان کی باقاعدہ ترسیل ناممکن ہے۔ ان مشکلات پر اضافہ یہ بات ہے کہ افلاس اور بے کاری کے انسداد کے باعث اب کیوبا میں ہر کسی کی جیب میں دام ہیں اور ہر چیز کی مانگ بڑھ گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ قریب قریب سبھی ضروریاتِ زندگی کی طلب

Presented By: https://jafrilibrary.com

زیادہ ہے اور دریافت کم۔ گوشت، انڈے، مکھن، دودھ، چاول، لباس اور جوتے صرف راشن پر دستیاب ہو سکتے ہیں۔

سوم یہ کہ کمپنیوں، کارخانوں اور سرکاری دفتروں کے بیشتر اعلیٰ ملازمین، انجینئر، اکاؤنٹنٹ، ڈاکٹر، دندان ساز اور انتظامی افسر اپنے امریکی سرپرستوں کے ساتھ ملک سے رخصت ہو چکے ہیں۔ اور ان کی ذمہ داریاں بیشتر نوآموز نوجوانوں نے سنبھال رکھی ہیں جو بیک وقت تعلیم، انتظام اور جنگی فرائض میں مصروف ہیں، چنانچہ انتظامی معاملات میں کئی خامیاں موجود ہیں۔

چہارم یہ کہ ئے ناکام حملے کے بعد امریکہ کی مستقل تجارتی ناکہ بندی اور جنگی دھمکیوں کے باعث حکومت اور عوام کو تعمیر اور دفاع کا دھرا بار درپیش ہے اور ایک عرصہ تک اس بار سے سبکدوشی کی صورت قرین قیاس نہیں۔

چنانچہ کیوبا میں ابھی تک کافی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو ان حالات سے غیر مطمئن اور کاسترو کی حکومت سے ناخوش ہیں۔ اوّل زمیندار، سرمایہ دار اور متمول گھرانوں کے لوگ جو کسی وجہ سے نقلِ وطن نہیں کر سکے۔ دوم متوسط طبقے کے وہ لوگ جن کا کاروبار امرا اور رؤسا کی سرپرستی پر منحصر تھا۔ وکیل ڈاکٹر، ٹھیکیدار وغیرہ سوم۔ سفید پوش طبقے کے وہ لوگ جو تنگ دستی کے باوجود افسری اور امارت کے خواب دیکھا کرتے تھے، کلرک، دوکاندار، معمولی افسر وغیرہ، چہارم ایسے مزدور یا ملازم پیشہ لوگ جن کی آمدنی کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

ذرائع براہ راست غیر ملکی سیاحوں اور ملکی تماشبینوں سے متعلق تھے۔ ہوٹلوں کے بہرے، ٹیکسی ڈرائیور، اربابِ نشاط غنڈے وغیرہ۔

یہ سب لوگ موجود ہیں اور اب ان سے کوئی تعرض یا باز پرس بھی نہیں کرتا۔ اوّل اس لئے کہ ان کی تعداد کم ہے اور دوئم یہ کہ ملک کی عام فضا اور کاروبار میں ان کا کوئی عمل و دخل باقی نہیں۔ اب سے برس دو برس پہلے یہ صورت نہ تھی۔ جب تک ان عناصر کی منظم اور مسلح خفیہ تحریکیں کیوبا میں موجود تھیں۔ ہوانا اور دوسرے شہروں میں آئے دن سربازار بم پھٹتے تھے۔ دیہاتی اور دوسرے علاقوں میں آئے دن فوجی، رضاکار اور انقلابی کارکن قتل کئے جاتے تھے۔ لیکن جب امریکی حکومت نے زور بازی میں "بے آف پگز" میں کاسترو کے مخالفوں کی فوج اتار دی تو یہ سب خفیہ تنظیمیں بے نقاب ہوگئیں اور ان کے بیشتر کارکن پکڑے گئے۔ کاسترو کو کم از کم اس غنیم سے نجات دلانے کے لئے کینیڈی کا شکر گزار ہونا چاہیئے۔

خلاصۂ احوال یہ ہے کہ جدید کیوبا میں اب افلاس اور بے کاری ناخواندگی اور جہالت اگر ہے بھی تو بہت کم ہے، جوا نہیں ہوتا، جسم نہیں بکتے، ڈاکے نہیں پڑتے، قتل نہیں ہوتے، کسانوں کے لئے زمین ہے، مزدوروں کے لئے روزگار ہے۔ ہر طرف نئی آبادیاں، نئے مکانات، نئے اسکول، ہسپتال اور کارخانے تعمیر ہو رہے ہیں۔ نئی فصلیں کاشت کی جا رہی ہیں۔ نئے ہنر سیکھے جا رہے ہیں نسلی یا پیدائشی طور سے کوئی ادنیٰ اور کوئی اعلیٰ نہیں ہے۔ پیشہ ور فوج اور پولیس کی تعداد بہت کم ہے، لیکن قریباً سبھی لوگ فوجی تربیت یافتہ

Presented By: https://jafrilibrary.com

اور قومی ملیشیا یعنی رضاکاروں میں شامل ہیں۔ فی الحال کوئی دستور یا آئین مدّون نہیں۔ لیکن ہر کوئی کسی نہ کسی تنظیم یا شراکت کا رکن ہے جو اپنے حلقہ کار میں کافی صاحبِ اختیار ہے، دوسرا رخ یہ ہے کہ اعلےٰ لباس، اعلےٰ کھانے، اعلےٰ صابن پوڈر اور لپ سٹک سب ناپید ہیں۔ کھانے، پینے، اوڑھنے پہننے کی اشیاء قیمت میں ارزاں لیکن مقدار میں کم ہیں۔ گوشت، مکھن، چاول، روٹی، کپڑا، جوتے راشن پر ملتے ہیں۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک ہفتے میں فی کس آدھ سیر چاول راشن میں ملتا ہے۔ پھل اور سبزی کا راشن نہیں ہے۔ لیکن ان کی کہیں افراط ہے تو کہیں قلت، سال میں دو سوٹ ملتے ہیں اور دو جوڑے جوتے، قمیض یا بش شرٹ اور ٹھنڈی پتلون جو یہاں کا عام لباس ہے راشن پر نہیں ہے۔ غرض آسائشیں بھی بہت ہیں اور سختیاں بھی بہت، لیکن ان کی تقسیم میں رعایت اور جانبداری کو بہت کم دخل ہے۔ گوشت کے لئے اگر قطار میں تیسرے نمبر پہ میرے ڈرائیور نیرایا ہمارے بیرے کی بیوی کھڑی ہے تو پانچویں نمبر پہ وزیرِ خارجہ کی بیوی (یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے) کسی اعلیٰ عمارت میں ساتواں فلیٹ صوبے کے گورنر کا ہے۔ تو پانچواں اس کے چپڑاسی کا۔ پیسے کی افراط اور اشیاء کی کمی کے باوجود بلیک مارکیٹ اور چور بازاری کا سراغ مشکل سے ملتا ہے۔ میری اطلاع کے مطابق صرف موٹر گاڑیوں کے پرزوں کی باقاعدہ بلیک ہوتی ہے (ہاں وانہ شہر میں سب ٹیکسی ڈرائیور اپنی اپنی گاڑی کے مالک ہیں) کبھی کبھی مرغی اور سور کے

Presented By: https://jafrilibrary.com

گوشت کی۔ نتیجہ یہ ہے کہ یہاں کے ایک طبقے کو جو اکثریت میں ہے۔ یکا یک پہلی دفعہ ایسی آسائشیں میسّر آگئی ہیں جو ان کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھیں۔ روٹی و روزگار، مکان، زمین بڑھیا سے بڑھیا ہوٹل، کلب، تفریح گاہیں اور دوسرے طبقے کو زندگی میں پہلی دفعہ ایسی سختیوں اور ناآسودگیوں کا سامنا کرنا پڑا ہے جن کا ان کے وہم و گمان میں بھی گزر نہ تھا۔ پہلے طبقے کے سب لوگ فیدل کے گیت گاتے ہیں۔ دوسرے طبقے کے بہت سے لوگ اُسے گالی دیتے ہیں۔ اگرچہ ادیب، مصوّر، موسیقار یعنی وہ سب لوگ جو کسی قوم کے قلب و ضمیر کی تربیت کرتے ہیں بشروع ہی سے پہلے طبقے کے ساتھ ہیں۔ تاہم اس داخلی چپقلش سے ملک میں بدنظمی کے اسباب پیدا ہو سکتے تھے۔ فیدل کاسترو پر امریکیوں کا دوسرا بڑا احسان یہ ہے کہ ان کی مسلسل مخالفت، مخاصمت اور مداخلت کے ردعمل میں حبِّ وطن اور قومی تفاخر کا جذبہ ان سب اختلافات پر غالب آچکا ہے اور کیوبا کی فضا میں اکثر قیامِ پاکستان کے ابتدائی دن یاد آتے ہیں۔ جب لوگ وطن پروری کو تن پروری پر مقدم جانتے تھے۔

کیوبا کی حکایت بہت طویل ہوتی جا رہی ہے لیکن ایک آدھ سوال ابھی اور باقی ہے۔ مغربی ممالک کے اخبارات اور بیانات میں اکثر یہ چرچا رہتا ہے کہ اوّل کاسترو نے اپنے ملک میں جمہوریت اور آزادی کا خاتمہ کر دیا ہے۔ دوم کاسترو نے کیوبا پر اشتراکی نظام مسلّط کر دیا ہے۔ سوم

Presented By: https://jafrilibrary.com

امریکہ سے لڑائی مول لے کر کاسترو نے کیوبا کے اقتصادی نظام کی دھجیاں اڑا دی ہیں۔ چہارم کیوبا میں روسی میزائل منگوا کر کاسترو نے آبیل مجھے مار کی صورت پیدا کر لی ہے۔ پانی میں رہ کر مگرمچھ سے بیر موت کو دعوت دینا ہے۔

پہلے سوال کا جواب تو مرزا غالب کے الفاظ میں یہ ہے کہ

"گھر میں کیا تھا کہ ترا غم اسے غارت کرتا"

یعنی کاسترو سے پہلے کیوبا میں جمہوریت اور آزادی کا نام و نشان ہی کہاں تھا کہ کوئی اسے مٹانے کی کوشش کرتا۔ البتہ عوام کے جان و مال پر جرنیلوں، زمینداروں، لکھ پتی سیاست دانوں اور کروڑ پتی امریکن کمپنیوں کا تسلط ضرور تھا اور اب وہ اس تسلط سے آزاد ہیں۔ یوں کہنے کو ایک نام نہاد دستور بھی موجود تھا اور حکمران لوگ بوقتِ ضرورت نام نہاد انتخابات بھی برپا کیا کرتے تھے اور اب یہ ڈھونگ باقی نہیں۔ انقلابی حکومت کا کہنا یہ ہے کہ اب مزارع اور کسان زمیندار سے آزاد ہے۔ مزدور کارخانہ دار سے آزاد ہے۔ ملازم آقا سے آزاد ہے۔ سب لوگ جہالت اور فکرِ معاش سے آزاد ہیں۔ اس لئے اب ہماری تاریخ میں پہلی دفعہ حقیقی جمہوریت اور آزادی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور اس بنیاد پر جو دستوری عمارت کھڑی ہوگی۔ اسے صحیح معنوں میں قصرِ جمہوریت کہہ سکیں گے۔ عمارت سے پہلے بنیاد ہموار کرنا ضروری تھا اور اب تک ہمیں مشکل سے اتنی ہی مہلت مل سکی ہے، تاہم اس وقت بھی ہمارے معاشرے میں

Presented By: https://jafrilibrary.com

ہر سطح پر عوام کو اتنی آزادی اور اختیار حاصل ہے جو اب سے پہلے کبھی نہیں تھا۔

دوسرے سوال کا جواب فیدل کاسترو کی ایک تقریر سے اخذ کیا جا سکتا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔" آپ یہ نہیں جانتے تھے کہ انقلاب کسے کہتے ہیں۔ آپ نہیں جانتے تھے کہ سوشلزم کے کیا معنی ہیں۔ وہ لوگ اس لفظ سے آپ کو ہوے کی طرح ڈرایا کرتے تھے۔ ان دنوں اگر ہم کسی کسان سے ملتے جس کے سر پہ لگان اور ٹھیکے کا بوجھ تھا۔ اور پیٹ میں بھوک کی لہر اور اس سے یہ کہتے کہ سنو کیا تم چاہتے ہو کہ ملکیت کے قانون بدلے جائیں۔ بڑے زمینداروں کی زمینیں تقسیم کی جائیں اور تمہارا لگان، بٹائی، ٹھیکہ معاف کیا جائے۔ تو وہ جواب دیتا ہاں ضرور ضرور پھر ہم کہتے اور ناخواندگی ختم کی جائے، تعلیم عام ہو، سب لوگ مسلح کئے جائیں اور ان سے قومی فوج تیار کی جائے۔ وہ جواب دیتا ہاں ضرور ضرور اور پھر جو ہم پوچھتے کہ کیا تم سوشلزم چاہتے ہو تو وہ کہتا جی نہیں۔ تم چاہتے ہو کہ رنگ اور نسل کی برتری ختم کی جائے۔ جی ہاں۔ تم چاہتے ہو کہ مکانوں کے کرائے کم ہوں، کلبوں اور ساحلی تفریح گاہوں میں عوام کو آنے جانے کی آزادی ہو۔ جی ہاں۔ تو پھر تم سوشلزم چاہتے ہو۔ جی نہیں، غرضیکہ وہ ہر چیز چاہتے تھے جسے سوشلزم کہتے ہیں۔ لیکن سوشلزم کے لفظ سے انہیں ہول آتا تھا۔"

کاسترو کی حکومت کا کہنا ہے کہ ان کا نظام انہیں اصلاحات پر

Presented By: https://jafrilibrary.com

مبنی ہے اور انہیں اس لفظ سے بالکل ہول نہیں آتا۔ تیسرا اور چوتھا سوال دراصل ایک ہی مسئلے کے دو پہلو ہیں اور یہ مسئلہ صرف کیوبا سے متعلق نہیں ایک حد تک سبھی چھوٹے اور نسبتاً پسماندہ ممالک کے قومی اور بین الاقوامی حقوق سے متعلق ہے اور شاید زود یا بدیر سبھی ممالک کو اور ان میں پاکستان بھی شامل ہے۔ ایسی صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑے جو آج کل کیوبا کو درپیش ہے۔ مغربی اور خاص طور سے امریکن مبصروں نے انتزاکیت، میزائل اور روسی فوجوں کو بار بار بیچ میں لاکر اس مسئلے کی صحیح نوعیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہی لوگ کبھی کبھی اعتراف بھی کر لیتے ہیں کہ یہ سب کچھ کیوبا اور امریکہ کی بنیادی چپقلش کے اسباب نہیں بلکہ نتائج ہیں تو امریکہ کی خفگی کے اصل اسباب کیا ہیں۔

اوّل نقصان مایہ، ۱۹۴۰ء کے اعداد و شمار کے مطابق کیوبا میں مختلف امریکن کمپنیوں کے سرمائے کی مالیت ایک سو ساٹھ کروڑ ڈالر تھی۔ یہ سرمایہ ریلوں، کانوں، بجلی اور شکر کے کارخانوں میں لگا ہوا تھا۔ جواب سب کے سب قومی ملکیت قرار پا چکے ہیں۔ ان کمپنیوں کے مالک، ڈائریکٹر حصہ دار امریکی سیاست میں با اثر لوگ ہیں اور امریکہ کی حکومت اپنی مصلحتوں کے علاوہ اس حلقے یا امریکی اصطلاح میں "لابی" کی تشفی کے لئے بھی کاسترو حکومت سے برسرپیکار رہے۔ دوم شماتت ہمسایہ۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

آج کل امریکی دولت اور طاقت سے مشرق و مغرب کے بڑے بڑے ملک مرعوب ہیں۔ اور بیشتر داخلی اور خارجی معاملات میں چچا سام کا کہا مانتے ہیں۔ چنانچہ امریکہ کے اکابرین کو یہ جائز اندیشہ ہے کہ اگر اس ڈیڑھ بالشت کے جزیرے نے ہمیں ٹھینگا دکھا دیا اور ہم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے تو ساری دنیا میں ناک کٹ جائے گی اور امریکن وقار کو بہت صدمہ پہنچے گا۔ پھر اگر یہ بھی ثابت ہو گیا کہ کوئی پسماندہ ملک امریکی امداد اور امریکی سرمائے کے بغیر نہ صرف زندہ رہ سکتا ہے بلکہ ترقی کر سکتا ہے تو جملہ پسماندہ ملکوں میں امریکی امداد کی ساکھ گر جائے گی۔ سوم جنوبی اور وسطی امریکہ میں کاسترو کی تقلید کا خوف۔

امریکہ کے اہلِ سیاست اور اہلِ سرمایہ جو بیشتر ایک ہی طبقہ ہے بخوبی سمجھتے ہیں کہ اگر کاسترو کا تجربہ کامیاب ہو گیا اور یہاں کے باقی ممالک بھی یہی نسخہ آزمانے لگے تو اس خطہ ارض میں جسے امریکن ایک صدی سے اپنی ریاست سمجھتے آئے ہیں۔ ناقابلِ شمار سرمایہ اور بے اندازہ اقتدار غارت ہو جائے گا۔ جس کے بعد جنوبی امریکہ کے امورِ حکومت میں امریکہ کی حیثیت یکسر دگرگوں ہو جائے گی۔

امریکی ہفتہ وار ٹائم کے الفاظ میں امریکی پالیسی کا صحیح مقصود (فوجی خطرے کا) دفاع نہیں بلکہ کاسترو سے نجات حاصل کرنا ہے اور جب تک یہ نہیں ہو پاتا امریکی حکومت اپنے سیاسی اور اقتصادی شکنجے کو ڈھیلا نہیں کرے گی۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

چنانچہ کیوبا اور امریکہ کی چپقلش کا بنیادی پہلو یہ نہیں ہے کہ وہ وہاں کتنے روسی میزائل ہیں اور وہ کہاں تک مار کر سکتے ہیں۔ اور کتنے روسی سپاہی وہاں موجود ہیں، یا نہیں ہیں۔ بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ اوّل کسی چھوٹے اور کمزور ملک کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ وہ بیرونی مداخلت کے بغیر اپنے داخلی نظم ونسق، معیشت واقتصادیات کا نظام اپنی مرضی سے منتخب کر سکے اور اس نظام میں جس نوع کی اصلاحات نافذ کرنا چاہے کر سکے۔

دوم کسی چھوٹے اور کمزور ملک کو یہ حق حاصل ہے یا نہیں کہ اگر اس کے املاک اور وسائل کا کچھ حصّہ کسی وجہ سے بیرونی سرمائے اور بیرونی اداروں کے قبضہ میں جا چکا ہو تو وہ ملک بلا معاضہ یہ املاک دوبارہ اپنی تحویل میں لے سکے اور انہیں قومی استفادے کے لئے وقف کر سکے۔

اور سوم کوئی آزاد ملک اپنی مصلحت اور اپنی پسند کے مطابق اپنے خارجی تعلقات متعین کرنے اور اپنے دوست اور حلیف منتخب کرنے کا مجاز ہے یا نہیں ہے۔

کاسترو اور کیوبا کو اصرار ہے کہ انہیں یہ سب حقوق حاصل ہیں اور امریکہ کو ان میں مداخلت کا حق نہیں پہنچتا۔ امریکہ کا دعویٰ ہے کہ کم از کم جنوب مغربی دنیا میں جو ان کا حلقہ اقتدار ہے کسی ملک کو یہ حق حاصل نہیں اور اگر یہ حق تسلیم کر لیا جائے تو امریکی مفادات کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔

Presented By: https://jafrilibrary.com

اس چپقلش کا انجام کیا ہوگا۔

سوویت روس اور دوسرے اشتراکی ملکوں سے کیوبا کے قریبی روابط قائم ہو جانے کے بعد اب یہ جھگڑا دو ہمسایہ ملکوں کی تکرار کے بجائے دو عظیم طاقتوں کی پنجہ کشی کی صورت اختیار کر چکا ہے اور ان طاقتوں کے مفادات صرف کیوبا سے وابستہ نہیں عالمگیر ہیں۔ غالب امکان یہی ہے کہ شائد ان میں سے کوئی بھی کیوبا کی خاطر ان مفادات کو جوکھم میں ڈالنا قرین مصلحت نہ سمجھے یقین سے صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ کے اقتصادی یا سیاسی دباؤ سے کیوبا کی موجودہ مشکلات کو طول ضرور دیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ توقع کہ ان مشکلات کے باعث کاسترو یا کاسترو کی حکومت کے خلاف بے چینی یا بغاوت کے اسباب پیدا ہوں گے۔ امریکی حکومت کی خود فریبی ہے۔ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے یہ بات بھی یقینی ہے کہ بے آف پگز جیسا کوئی حملہ کیوبا کی موجودہ فوجی طاقت کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ اور اگر امریکہ اب بھی کیوبا پر اپنا "دینی اور دنیوی حق" تسلیم کروانے پر مصر ہے تو اسے کھلم کھلا اس جزیرے پر لشکر کشی کرنی ہوگی۔ کیوبا کے لوگ اس خطرے کو بالکل خیالی نہیں سمجھتے انہیں احساس ہے کہ ان کی کل پینسٹھ لاکھ آبادی امریکہ کے کسی بڑے شہر کی گنتی سے بھی کم ہے اور وہ اس خدشے سے بھی بے فکر نہیں کہ ایسی صورت میں شائد ان

Presented By: https://jafrilibrary.com

کے حلیف وقت پر ان کی امداد کو نہ پہنچ سکیں گے۔ لیکن وہ توقع رکھتے ہیں کہ غالباً ـــــ اقوامِ عالم کا ضمیر یہ ظلم برداشت نہ کرے اور ایشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے عوام اپنی حکومتوں کو کیوبا کی حمایت پر آمادہ کر سکیں۔

چنانچہ اوّل تو انہیں اعتماد ہے کہ

ہم ظفر مند ہو کر رہیں گے اور ساتھ ہی وہ

اس تہیّے کا بھی اعلان کرتے ہیں۔ کہ

وطن یا کفن

کیوبا میں آپ کو ہر جگہ یہی دو نعرے دکھائی یا سنائی دیں گے۔

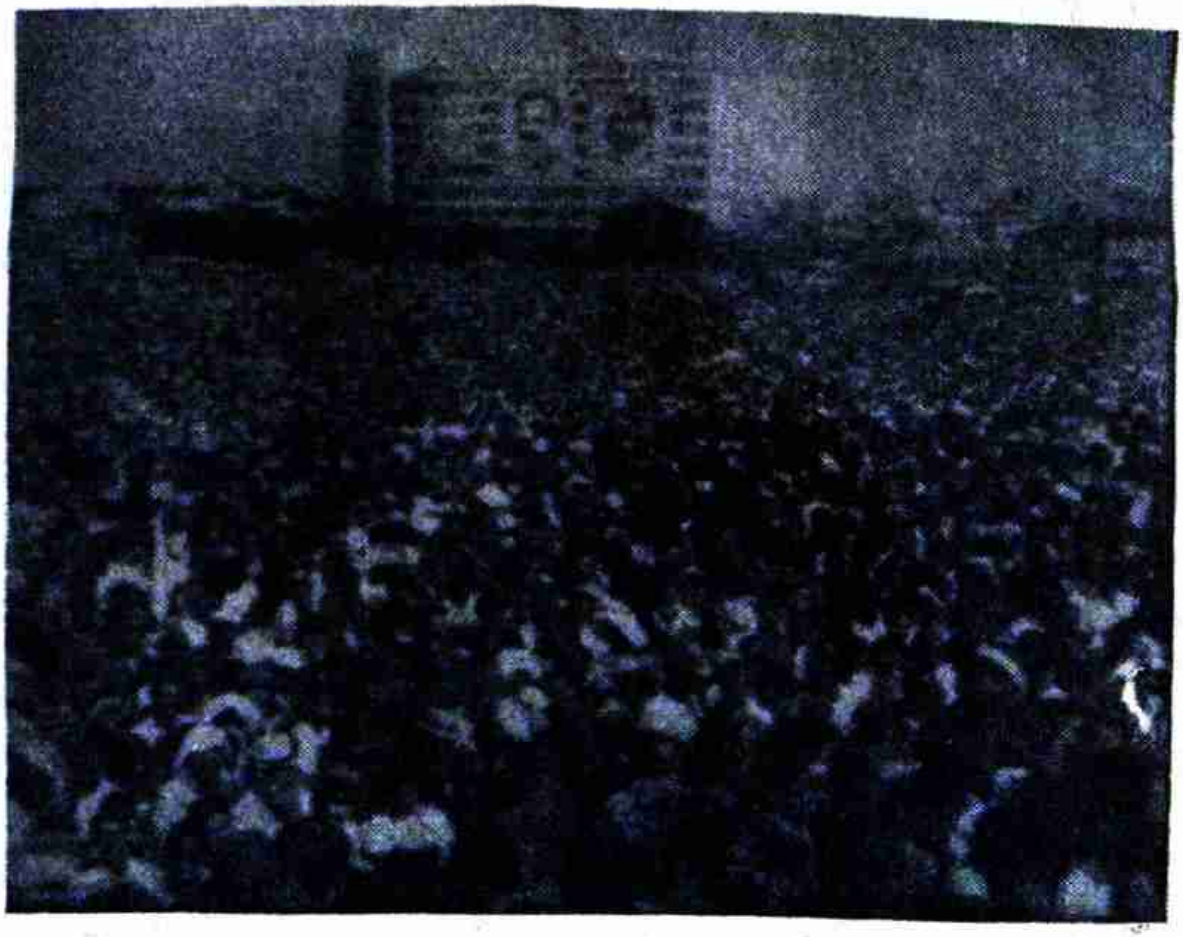

Presented By: https://jafrilibrary.com

Presented By: https://jafrilibrary.com

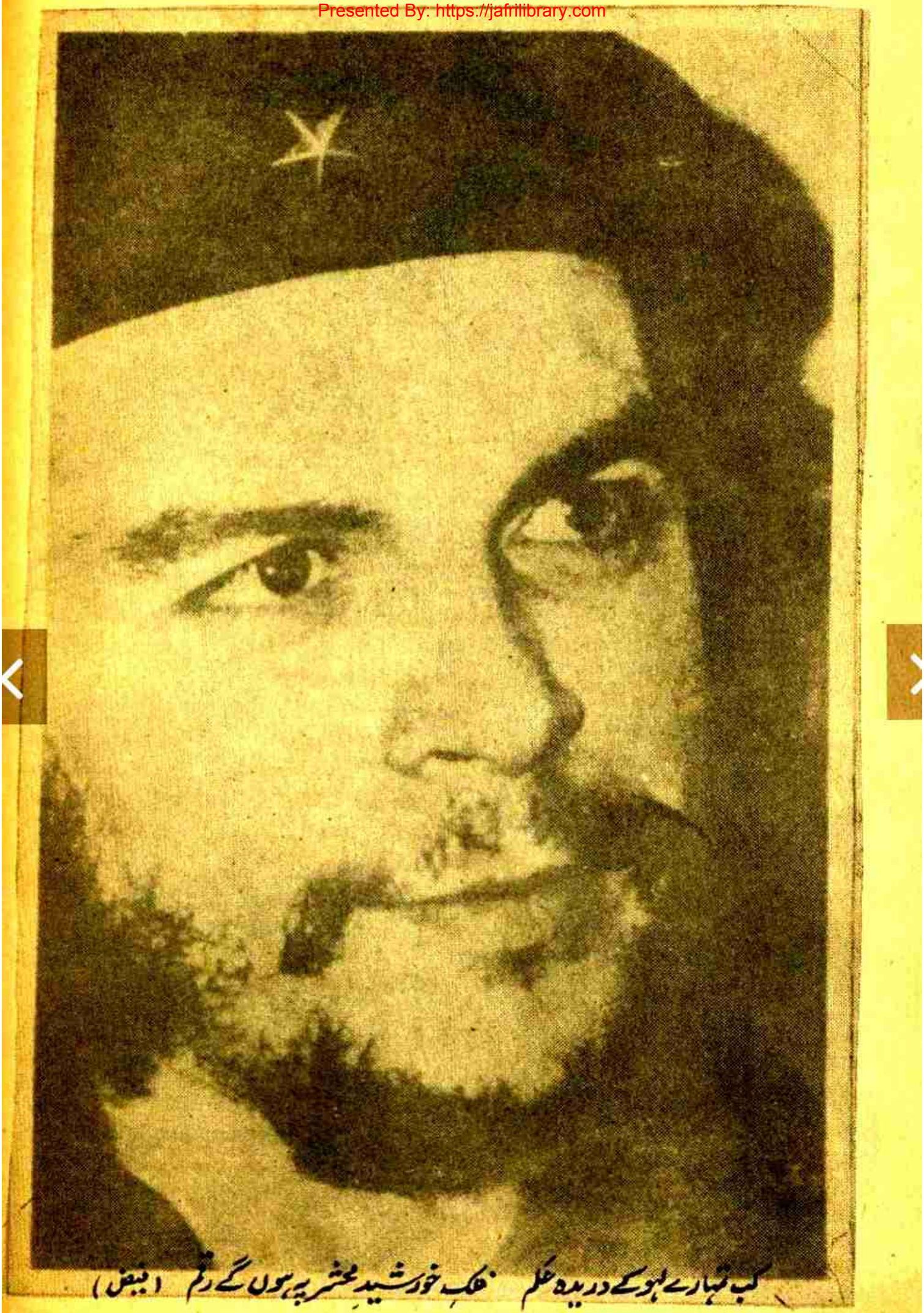

کب تمہارے لہو کے دریدہ علَم   فلکِ خورشیدِ محشر پہ ہوں گے رقم (فیض)

Presented By: https://jafrilibrary.com

کل

تم اپنے ننھے سرسبز جزیرے کے سربراہ تھے
بہت نہیں تو ستر لاکھ عوام کے قائد تھے

آج

تمہارے لئے چین میں
لاکھوں عوام صف بہ صف میدان میں نکل آئے ہیں
اور ہزاروں زبانوں میں تمہارے نام پر آفرین کہتے ہیں

آج

تم تین براعظموں کی آواز ہو
تاریخ کی گھن گرج ہو
تم آنے والے زمانوں کے لئے جارحیت پسندوں کے
خلاف مجاہدوں کا نعرۂ جہاد بن گئے ہو
ہر دور کے لئے ہر سرزمین کے لئے نوعِ انسانی کے
ناقابلِ شکست حقوق کی علامت بن گئے ہو

پیکنگ ریڈیو ——— یکم نومبر ۱۹۶۲ء

اینا لوئی سٹرانگ

——— کیوبا کے حق میں شاعری کی ایک شام ———